انسانی زندگی کے مختلف مراحل

مولانا حافظ سعد الرشید۔ ارشد۔ ایم۔ اے
زیارت کاکا صاحب
فاضل دارالعلوم حقانیہ

حیوانیت سے انسانیت کا وجود میں آنا | یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام موجودات عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور تمام ذی روح اشیاء خصوصاً انسان کو زندگی کی نعمت عطا فرمائی۔ بعض انسانی تقاضے دیگر حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ہر انسان کھانے، پینے، گرمی، سردی میں سایہ حاصل کرنے اور سردی میں گرمی حاصل کرنے، دیگر حاجات میں اپنے ہم جنسوں کے مشابہ ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی خاص عنایت سے انسان کو اس کی صورت نوعیہ کے موافق اس بات کا طبعی الہام کیا ہے۔ کہ وہ ضروریات زندگی مہیا کرنے کی خاطر مختلف طریقے اختیار کرے۔

حضرۃ العلامہ شاہ ولی اللہؒ نے انسان، دیگر حیوانات کے درمیان ما بہ الامتیاز تین چیزوں کو قرار ٹھہرایا ہے۔ ۱۔ رائے کلی کے موافق کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ مثلاً بھوک، پیاس وغیرہ کی ضرورت انسان اور حیوانات دونوں کو ہوا کرتی ہے۔ لیکن چوپائیوں کو صرف طبعی خواہش کسی موہوم یا محسوس غرض کو پورا کرنے کیلئے آمادہ کرتی ہے۔ اور انسان معقول نفع کا ارادہ کرتا ہے۔ ۲۔ دوسرا یہ کہ انسان، دیگر حیوانات کی طرح محض حاجت برآری پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ ان ضروریات زندگی کے پورا کرنے میں عمدگی اور لطافت بھی چاہتا ہے۔ مثلاً لذیذ کھانے فاخرانہ لباس۔ اور عالیشان مکان کا متلاشی رہتا ہے۔ ۳۔ تیسرا یہ کہ عقول انسانی میں تفاوت کی بدولت عام لوگ عقلمندوں کی تقلید اور پیروی کرتے ہیں۔ اور ضروریات زندگی میں ان دانشمندوں کی زندگی کو نمونہ حیات بناکر لائحہ عمل میں لاتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۴۱)

جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق کی اسی وقت سے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کا نائب مقرر کرکے "خلیفۃ اللہ" کا خطاب عطا فرمایا۔ اور تمام نسل انسانی اسی سے پھیلتی رہی۔ انسان کے اسی خلافت ارضی سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نیابت اور

خلافت تب حاصل ہوتی ہے۔ کہ جس نے اسکو خلیفہ بنایا ہے۔ اس کی طرف سے کوئی اجازت اور ہدایات بھی مل گئی ہوں۔ چنانچہ عقل و تدبر، غور و فکر اور سوچ و بچار سے وہ دین الٰہی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے:

"فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا۔ الآیۃ"۔ (پ ۲۱۔ سورہ روم ع ۴)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اسی آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے۔ تو کر سکے اور بدأ فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے۔ کہ اگر گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے۔ تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ اور احادیث صحیحہ میں تصریح موجود ہے

کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام۔ الحدیث۔

یعنی کہ ہر بچہ فطرۃ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ (تفسیر عثمانی صـ ۶۹۹)

علامہ شاہ ولی اللہؒ نے مزید وضاحت فرمائی ہے۔ کہ طہارت، عاجزی، سماحت اور عدالت سے جو حالت مرکب ہوتی ہے۔ اس کو فطرت کہتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ صـ ۹۵)

غرضیکہ فطرت کے معنی اللہ و تبارک و تعالیٰ کیطرف وہ میلان جو انسان میں طبعی طور پر محفوظ ہے۔ اور وقت آفرینش سے مرکوز ہے جسکی بدولت فطرت انسانی میں اطاعت خداوندی اور قانون باری تعالیٰ کی تابعداری کا جذبہ موجود رہتا ہے۔ درحقیقت یہ جذبہ صرف دین کی بدولت ہے۔ اور وہ دین جسے محبوب اور مختار دین یعنی دین اسلام کہا گیا ہے ——— ان الدین عند اللّٰہ الاسلام۔ الآیۃ (سورۃ آل عمران پ ۳) اسی دین پر پورا اترنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔ کہ اسلام کے اصلی معنی سونپ دینے کے ہیں۔ مذہب اسلام کو بھی اسی لحاظ اسلام کہا جاتا ہے۔ کہ ایک مسلم اپنے آپ کو ہمہ تن خدائے وحدہٗ لاشریک کے سپرد کر دیتے اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے۔ گویا "اسلام" انقیاد و تسلیم کا اور "مسلمان" حکمبرداری کا دوسرا نام ہوا۔ یوں تو شروع سے آخر تک تمام پیغمبر یہی مذہب اسلام لے کر آئے اور اپنے اپنے زمانہ میں اپنی قوم کو مناسب وقت احکام پہنچا کر اطاعت و فرمانبرداری خالص خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ لیکن اسی سلسلہ میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو جو اکمل، جامع ترین، عالمگیر اور ناقابل تنسیخ ہدایات دیں۔ وہ تمام شرائع سابقہ کے حقہ پر مع شئی زائد مشتمل ہونے کی وجہ سے خصوصی رنگ میں "اسلام" کے نام سے موسوم و ملقب ہوئیں۔ (تعمیر ملت)

اس تقاضا کے پیش نظر انسان حیوان سے اشرف، افضل اور برتر ہے۔ اور وہ تمام خواہشات جو انسان اور حیوان میں مشترک ہیں۔ ان سے بڑھ کر وہ خواہش ہے جسے محبت الٰہی اور معرفت خداوندی کی تڑپ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اسی بنا پر حیوانیت سے انسانیت کو امتیازی شان حاصل ہو گئی۔

مزید برآں انسان میں ایک مادہ ملکوتی ہے جس کی بنا پر وہ شرف انسانیت میں آ گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اسلام کا اصل نصب العین انسانیت کی ترقی اور فروغ ہے۔

انسان سے صاحب اخلاق انسان | یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انسانیت کا وجود اور دارو مدار دین پر ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو صحیح معنوں میں انسانیت کا خلعت پہنا دے۔ اخلاقیات کو رسوخ کر کے اسے طاقت ور اور بالاتر بنا دے اور انسان کے وجود میں پائے جانے والے تمام پہلوؤں پر اس کو غالب کر دے۔ اسلام کے اسی پاکیزہ نظام حیات نے جو خدمت سرانجام دی ہے۔ اس کے نہایت عمدہ درخشاں اور محسوس ہوتے ہوئے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اخلاقیات کے اس وسیع باب نے برائیوں اور گھٹیا عصبیتوں کو پامال کر کے اخلاق حسنہ پر مبنی ایک اعلیٰ ترین معاشرہ قائم کیا۔

اگر ایک انسان میں انسانیت کی بو نہ ہو تو وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ مزید برآں انسانیت تو درکنار، حیوانات سے بدرجہا بدتر ہے۔ قرآن مجید نے واشگاف الفاظ میں ان کی حیثیت واضح فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ الآیۃ۔ (پ ۱۹ سورۃ الفرقان ع ۴) "یعنی کیا تو خیال کرتا ہے کہ ان میں سے بہت سے سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ اور کچھ نہیں وہ چوپایوں کے برابر ہیں۔ بلکہ وہ راہ سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔"

علامہ جلال الدین محلی نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ ای اخطأ طریقا منھا لانھا تنقاد لمن یتعھدھا وھم لا یطیعون مولاھم المنعم علیھم۔

(تفسیر جلالین صفحہ ۲۵۶)

یہ تو چوپایوں سے بدتر ہیں اگر ان سے بدتر! انہیں سننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ! چوپائے اپنے مربی پرورش کرنے والے کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں۔ نافع و مضر کو کچھ نہ کچھ سمجھتے ہیں۔ کھلا چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ان کی بگڑی ہوئی حالت یہ ہے کہ نہ اپنے خالق و رازق کو پہچانا نہ اس کے احسانات کو سمجھا۔ نہ بھلے برے کی

تیز کی۔ نہ دوست، دشمن میں فرق کیا۔ نہ غذا سے روحانی اور چشمہ ہدایت کیطرف قدم اٹھایا۔ بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے۔ اور جو قوتیں خداوند قدوس نے عطا کی تھیں ان کو معطل کئے رکھا۔ شیخ سعدیؒ نے ایسی لئے فرمایا ہے نہ زیبد ز مردم بجز مردمی

ایسا جھگڑالو۔ گالی گلوچ کرنے والا انسان معاشرے کا مفسد بن کر حیوانیت کا ثبوت دیتا ہے۔ ایسی انسانیت کا کوئی شعور نہیں۔ اور انسانیت کے دائرے میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ کیونکہ اس نے فطرت سلیمہ سے بے راہ روی اختیار کر لی ہے۔

علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا نصب العین مقام انسان کو صاحبِ اخلاق حسنہ بنانا ہے۔ کیونکہ اسلامی زندگی کا اولین نصب العین اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اور عبادت کی تکمیل عمدہ اور بہترین اخلاق سے ہو سکتی ہے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۔ الحدیث

یعنی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔ یہی اخلاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ عقول انسانی میں تفاوت ہے۔ اور ہر مفکر اپنی عقل کے مطابق نظریہ پیش کر لیتا ہے۔ مثلاً کسی کے نزدیک اخلاق کا تصور و ماخذ انسانیت کا تجربہ ہے۔ کسی کے نزدیک عقل ہے۔ کسی کے نزدیک وجدان ہے۔ غرضیکہ انسانیت کے تجربے سے صحیح نتیجہ معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ انسانیت کا تجربہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ تو اس نامکمل ذہن اور نامکمل تجربات سے انسانیت اور پھر اس سے اخلاقیات کا مسئلہ معلوم نہیں ہوتا۔ لہذا انسانیت اور اخلاقیات کے مکمل معیار معلوم کرنے کیلئے صرف ایک ہاں ایک ہی ذریعہ باقی رہتا ہے۔ جو کہ جامع، مانع، کامل اور اکمل ہے۔ اور وہ صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ جو کہ حقیقتاً منجانب اللہ ہیں۔

صاحبِ اخلاق سے باخدا انسان اگر انسان اپنی ان ظاہری آنکھوں سے دیکھے اور اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے کام لے کہ اسی حقیقت پر نگاہ ڈالے کہ میں کیا ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ اور مجھے کیا کچھ کرنا چاہیئے۔ جب انسان اپنے بارے میں سوچے گا تو قدرتی طور پر کوئی نتیجہ ضرور سامنے آئے گا۔ کیونکہ یہ امر لازمی اور حتمی ہے کہ اگر انسان کسی چیز پر عقل کی روشنی میں سوچے تو ضرور کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچے گا۔

قرآن مجید میں جہاں کائنات کے وجود پر شواہد قائم کئے گئے ہیں۔ اور انسان پر اپنی تمام نعمتہائے گوناگوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں انسان کو سوچنے اور حقیقت تک پہنچنے کی بھی دعوت دی گئی ہے چنانچہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبیّن لہم انہ الحق۔ الآیۃ۔ (سورۃ حٰم السجدہ پ ۲۵)

علامہ بشیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل براہین تو بجائے خود رہے۔ اب ہم ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونے دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے وہ نمونے کیا ہیں۔ وہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات ہیں۔ جو سلسلۂ اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف قرآنی پیشگوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں۔ چنانچہ معرکۂ بدر میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور "فتح مکہ" میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ "آیات" سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں۔ جو غور کرنے والوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں۔ جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ جبکہ وہ ان سنن الٰہیہ اور نوامیس فطریہ کے موافق ثابت ہوتے ہیں۔ جو اس عالم تکوین میں کارفرما ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص ۸۲۶)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وفی انفسکم افلا تبصرون - الآیۃ

یعنی کہ تمہارے اندر کائنات کو بند کر دیا گیا ہے۔ پس کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کس انداز اور کن حالات میں تمہاری تربیت کی گئی۔ یہاں تک کہ تمہیں اپنا راستہ بھی بتلا دیا۔ اگر اس پر بھی انسان توجہ نہ کرے تو اسکا اپنا قصور ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم۔ الذی خلقک فسوّٰک فعدلک فی ای صورۃ ما شاء رکبک۔ الآیۃ (پ ۳۰ سورۃ الانفطار)

یعنی اے انسان! تو اپنے رب کریم سے کیوں بہک گیا جس نے تیری تخلیق کی پھر تجھے ہموار ترکیب دی۔ اور پھر تجھ میں عدل وتوازن قائم کیا۔

پس جس انسان نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ تو یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسی معرفت کے نتیجے میں انسانیت پیدا ہوئی اور پھر انبیاء کرام کی بعثت جس مقصد کے تحت کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ پیغمبر کی اطاعت کرکے اپنے آپ کو مہذب اور شستہ بنایا جائے اور اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے مزین اور آراستہ کر لیا جائے۔

جب ایک انسان خدائی راہ پر چل پڑتا ہے۔ تو وہ لازماً اہل زمین پر مہربان ہوجاتا ہے۔ وہ چوری زنا، غیبت۔ الزام تراشی، چغل خوری۔ رشوت، شراب، سود اور دیگر جرائم سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اور "تخلقوا باخلاق اللہ" کا ظاہری مصداق اور نمونہ بن جاتا ہے۔ ظالمانہ رویہ، ناجائز حرکات سکنات، بنی نوع انسان کی دل آزاری اور اولادِ آدم کو نقصان پہنچانے سے گریز کرتا ہے۔ اور زمین پر عدل و انصاف اور خصائل محمودہ کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ الحدیث۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر　　خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

جب ایک انسان اخلاق کے اس وسیع میدان میں چلتا ہے۔ پھر آخر سٹیج پر پہنچ کر تعلق مع اللہ قائم کرلیتا ہے۔ اور اس کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سب کچھ اسی کے ارادے اور حکم میں ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں پر انسانیت کمال عروج تک پہنچ جاتی ہے۔ اور نور ایمان تک پہنچنے پر معرفت الٰہی دل پر چھا جاتی ہے۔ اور وہ انسان خدا کا دوست بن جاتا ہے۔ جسے قیامت کی گھبراہٹ سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی میدانِ حشر کی پریشانیوں میں مبتلا ہوگا۔ انتظار اگر ہوگا۔ تو صرف محبوب حقیقی کے دیدار اور ملاقات ہی کا انتظار ہوگا۔ اور اسی ذات پاک کی جھلک کے منتظر ہوں گے مگر یہ وہ مقام ہے۔ جو خوش قسمتوں کو ملتا ہے اور انسان کافی محنت سے پہنچتا ہے۔

شاعر نے بجا فرمایا ہے

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا　　مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

اس مرتبے کو فنا فی اللہ کا درجہ کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر نفس مطمئنہ سے اسکا تعبیر کیا جاتا ہے۔

ماہنامہ دعوت الحق برطانیہ

یورپ کے ظلمتکدوں میں اسلام کا روشن چراغ ختم نبوت کا ترجمان، قرآن و حدیث سیرت و احکام پر مشتمل مقالات ماہنامہ الحق کی پیروی میں اور الحق کے مضامین کے ساتھ ہر ماہ اسلام کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ اس کے علاوہ سیرت رسولؐ پر مثالی نمبر شائع کئے جارہے ہیں۔ چندہ حسب توفیق یا سالانہ دو پونڈ۔ فی پرچہ چندہ ۱۰ پنس۔

ملنے کا پتہ

S.A.K RAW. 3-NEW STREET,

SLAIT HWITE HUDDERS FIELD YORKS. U.K.